اردو میں انقلابی شاعری: ایک تجزیاتی مطالعہ

[1]رانا سجاد احمد [2]ڈاکٹر محمد مسعود عباسی [3]ڈاکٹر محمد گل فراز عباسی

Abstract:

Urdu poetry remained infatuated with flowers and cheeks up till nineteenth century. As far as social consciousness is concerned, Nazir Akbar Abadi was the first poet who developed and incorporated it in his poetry; however, unfortunately, he was not considered a poet by his contemporaries for a long time. Then, Ghalib, Hali, and Muhammad Hussain Azad integrated social consciousness in their poetry. In the beginning, we see traces of revolutionary ideas in the poetry of Iqbal. Josh Malih Abadi is the first recognized messenger of revolutionary poetry. Under the influence of Russian revolution, the transformed ideology took the pace of a movement in India and then a number of revolutionary poets took the flag and marched forward This article covers these aspects.

Keywords: Social consciousness, Revolutionary poetry, Twentieth century poetry, Revolutionary tradition in poetry.

کلیدی الفاظ: اردو شاعری، سیاسی شعور، انقلابی شاعری، عوامی شاعری، ترقی پسند تحریک

اردو شاعری ایک طویل مدت تک عشق و عاشقی، ہجر و وصال اور لب و رخسار کی باتوں کا محور و مرکز بنی رہی۔ شاعر خیالوں کی بستی میں گھومتے اور محبوب کو زمین سے آسمان تک پہنچاتے۔ سماج سے کٹ کر اور سماجی حقیقتوں کو بیان کیے بغیر ذاتی تسکین کے لیے شاعری کی جاتی۔ اردو شاعری کے ابتدائی تین سو سال میں نظیر اکبر آبادی کے سوا کسی بھی شاعر کے ہاں کوئی سماجی مضمون باقاعدہ طور پر اردو شاعری کا حصہ بنتا نظر نہیں آیا سوائے نظیر اکبر آبادی کے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ زیادہ تر اردو شعرا دربار سے منسلک رہتے تھے ان کی شاعری کا مقصد بادشاہوں کی قصیدہ گوئی اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ شاعری کا یہ مزاج انتہائی سطحی،

---

1 ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، اسلامک انٹر نیشنل یونی ورسٹی، اسلام آباد

2 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، آزاد جموں و کشمیر یونی ورسٹی، مظفر آباد

3 ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ انگریزی، کوہسار یونی ورسٹی، مری

عامیانہ اور فرسودہ تھا۔ شاعر کا مقصد بادشاہ کو خوش کرنا تھا۔ اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک اس کی تعریفوں اور قصیدوں کے پل باندھ دیتا تھا۔ نظیر اکبر آبادی کے ہاں ہمیں پہلی بار اردو شاعری کے مزاج سے الگ تھلگ شاعری ملتی ہے۔ انھوں نے پہلی بار سماجی مضامین کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ جس کی وجہ سے روایتی شعرا نے ان کو شاعر ماننے سے ہی انکار کر دیا۔ نظیر اکبر آبادی کے بعد طویل عرصے تک ہمیں کسی بھی شاعر کے ہاں سماجی شعور اس درجے کا نہیں ملتا۔ شعرا کی سماج سے علاحدگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان پر نظام کا معاشی جبر اس قدر ہوتا تھا کہ ان کو روزگار کا ذریعہ صرف اور صرف بادشاہ کی تعریفوں اور من گھڑت قصوں میں نظر آتا۔ جو شاعر جتنا اچھا قصیدہ اور بادشاہ کی تعریفیں جتنے اچھے انداز سے کرتا اس کو اتنا ہی نوازا جاتا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ شاعر ہجو لکھنے لگے۔ ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتے سماجی معاملات سے بالکل بے خبر بادشاہوں کی خوشامد میں لگے رہتے۔

نظیر اکبر آبادی کے بعد مرزا غالب کے ہاں ہمیں روایت سے ہٹ کر آفاقی مضامین نظر آتے ہیں۔ غالب نے انسان کے روزمرہ کے معاملات کے ساتھ ساتھ حقیقت نگاری کو رواج دیا۔ اسی طرح کے نیچرل مضامین اور نیچرل شاعری ہمیں حالی کے ہاں بھی ملتی ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد بھی نیچرل مضامین کے حوالے سے اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ حالی اور آزاد نے انجمن پنجاب کے مشاعروں میں نیچرل شاعری کو پروان چڑھایا۔ حالی نے جس شاعری کا بیج بویا اس کا خمیر ہمیں اقبال کے ہاں بھی ملتا ہے۔ اقبال نے بھی سوئی ہوئی قوم کے ضمیروں پر اپنی شاعری کی تیغ سے ضرب لگائی اور مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو ابھارا۔ اقبال کے ہاں ہمیں انقلابی شاعری کے آثار نظر آتے ہیں۔ بعض ناقدین کی رائے کے مطابق اردو میں انقلابی شاعری کا آغاز ہی اقبال کی نظم ''خضرِ راہ'' سے ہوا۔ لیکن باقاعدہ طور پر انقلابی شاعری کو ترقی پسند تحریک کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے۔ جو کہ ۱۹۳۵ء کو وجود میں آئی۔ شعرا نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور شاعری کو خیالات کی دنیا سے نکال کر حقیقت نگاری کی طرف لے آئے۔ لیکن بعض شعرا ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس تحریک میں باقاعدہ طور پر شمولیت اختیار نہیں کی لیکن ان کی شاعری میں اس تحریک کا اثر موجود ہے۔ شعرا کی زیادہ تعداد جو کہ انقلابی مزاج کی شاعری کرنے ان کا تعلق اسی تحریک سے تھا۔ اردو ادب میں شاعری کا جو مزاج صدیوں سے چلا آرہا تھا

اس پر ترقی پسند شعرا نے کاری ضرب لگائی اور شاعری کو سماج کے ساتھ وابستہ کیا۔ اس کی وجہ ۱۹۱۷ء میں آنے والا روسی سوشلسٹ انقلاب تھا۔ اس انقلاب کے بعد دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک ''سوشلسٹ بلاک'' اور دوسرا ''کیپٹلسٹ بلاک'' مارکسی فلسفہ پر آنے والا یہ انقلاب زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہوا۔ معیشت، سیاست، معاشرت اور ثقافت کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی اس کے اثر کو قبول کیا گیا۔

ایسے شعرا جنھوں نے اپنی پوری زندگی انقلاب و بغاوت کی حمایت اور سامراجیت کے خلاف گزاری ہے ان میں جوش ملیح آبادی کا نام سر فہرست آتا ہے۔ اگر جوش کے زمانے کا جائزہ لیا جائے تو وہ محکومی، سامراجیت اور خوف و ہراس کا زمانہ تھا۔ لیکن جوش اس ماحول میں بھی جہاں سانس بھی برطانوی سامراج کی مرضی سے لی جاتی وطن عزیز کی محبت میں سرشار بغاوت سے انقلاب کا سفر کرتے ہیں اور اپنی شاعری سے لب و رخسار اور ہجر و وصال کا ذکر کم کرتے ہوئے انقلاب کی راہ میں خون بہانے اور سر پر کفن باندھنے کی باتیں کرتے ہیں۔ جوش ملیح آبادی انقلابی فکر کے مالک اور انسان دوست شاعر تھے۔ آپ نے ہمیشہ اخوت، محبت، رواداری اور خلوص کا پرچار کیا۔ آپ کی شاعری حب الوطنی اور سامراج دشمنی جیسے موضوعات سے بھری پڑی ہے۔ کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ عوام کو مجبور و محکوم اور کاہل بنانے میں یہاں کے سامراج کا ہاتھ ہے اسی لیے آپ نے اپنی شاعری میں جذبہ حریت سے کام لیا اور عوام میں انقلاب کی چنگاری کو بھڑکایا۔ جوش کی شاعری میں انقلابی اور باغیانہ عناصر اپنی پوری آب و تاب اور جلوہ سامانیوں سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر اصغر علی بلوچ جوش کی شاعری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ جوش کی شاعری حرکی اور باغیانہ نوعیت کی ہے جس میں ان کا تصورِ بغاوت عین فطری ہے۔ کیوں کہ وہ موجودہ حالات میں انسان کو بندہ مجبور تصور کرتے تھے جب کہ مستقبل میں اسے مکمل طور پر آزاد دیکھنے پر یقین رکھتے تھے۔''(۱)

جوش غزل و نظم میں ایک بڑا نام ہے۔ آپ کی شاعری کا حسن آپ کا باغیانہ پن ہے۔ آپ کی اس باغیانہ روش کا اندازہ آپ کی نظموں سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کی مشہور نظموں میں ''فریاد، آنسوؤں سے موتیوں کی طرف، چند سوال، دعوتِ نظر، آگ، حیاتِ بے اماں، شرارے، ہولناک تقسیمِ ہند، درخشاں، تیرگی، مہلتِ قلیل''، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

انقلابی شاعری کی روایت کو ''آنند نرائن ملا'' نے آگے بڑھایا اور ترقی پسند نظریات کا پرچار کیا۔ آپ نے شاعری میں انسان دوستی، حب الوطنی اور سماجی ناہمواری کو موضوع بنایا۔ آپ نے نظام ظلم کے خلاف اپنے قلم کو متحرک کیا اور سماجی حقیقتوں کو منظر عام پر لایا۔ ''ٹھنڈی کافی'' آپ کی مشہورِ زمانہ نظم ہے جس میں آپ نے اپنے سماج کی بہترین تصویر کشی کی ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

بند بازار تھے، سڑکوں پر تھی بجلی کی قطار
تھک کے سوئی تھی دلھن شہر کی پہنے ہوئے ہار
دھندلے دھندلے سے مکانات کہ سینے کا ابھار
عصمتِ شہر پہ چادر سی پڑی رات کی تھی(۴)

''آنند نرائن ملا'' کے ساتھ ان کے ہم عصر شاد عارفی نے بھی انقلابی روایت کو ترقی دینے کے لیے رام پور میں شاعری کے ذریعے علمِ بغاوت بلند کیا۔ شاد اپنی شاعری کو رام پور میں جاگیر داری اور سرمایہ داری کے خلاف استعمال کرتے اور اپنی نظموں میں اس عہد کی بدصورتی و بدحالی کا اظہار بہت تلخ اور طنزیہ لہجے میں کرتے۔ شاد نے سماج کے ہر طبقے کو زیر بحث لایا۔ شاد کے موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے۔ آپ کے ہاں ایک ایک موضوع پر کئی کئی نظمیں ملتی ہیں۔ آپ اگرچہ ترقی پسندوں کے حلقے سے دور رہے لیکن اپنے الفاظ اور سوچ کو ترقی پسندوں کے ساتھ جوڑے رکھا۔ آپ نے اپنی شاعری میں ڈرامائی، کرداری، مکالماتی اور بیانیہ انداز اپنایا جو آپ کو دیگر شعراء سے منفرد کرتا ہے۔

مخدوم محی الدین بھی انقلابی شاعری کے حوالے سے ایک بڑا نام ہے۔ آپ نے بھی انقلابی شاعری کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے سماج میں رائج فرسودہ رسم و رواج اور سرمایہ داریت پر بھرپور حملے کیے۔ مخدوم نے اپنے سماج کے چھوٹے بڑے مسائل کو شاعری کا موضوع بنایا۔ آپ کے ہاں باغیانہ پن اور لہجے میں گھن گھرج، سرمایہ داریت کے خلاف غصہ ملتا ہے۔ آپ کے ہاں رومانیت اور انقلاب کا امتزاج ملتا ہے۔ لیکن انقلاب رومانیت پر بھاری نظر آتا ہے۔ البتہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا مزاج رومانی تھا لیکن مقاصد انقلابی تھے۔ آپ نے اپنے مزاج اور مقاصد میں ہمیشہ اعتدال رکھا اور اپنے نظریے کے ساتھ ہمیشہ مخلص رہے۔ آپ کی یہی

غلطی آپ کو ترقی پسند شعرا میں منفرد مقام دلاتی ہے۔ڈاکٹر انور سدید مخدوم محی الدین کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''مخدوم ترقی پسند نظریے سے بے حد مخلص تھے اور وہ اس تحریک کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔''(۳)

''مطلبی فرید آبادی'' کا شمار بھی انقلابی شعرا میں کیا جاتا ہے۔ مطلبی فرید آبادی ''کسان سبھا'' سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے کسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا اور ان کی نفسیات سے خوب واقف رہے۔آپ جس وقت ترقی پسند تحریک کے کارکن بنے اس وقت آپ کی عمر تیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے خیالات نوجوان ترقی پسندوں سے منفرد ہیں۔آپ نے ہنگامی موضوعات پر بڑی کامیاب نظمیں لکھیں ۔جب بنگال میں قحط پڑا تو آپ نے نظم ''تیرے ہی بچے تیرے ہی بالے'' لکھی جس کو بہت قبول عام حاصل ہوا۔آپ نے بہترین تشبیہات واستعارات کے ذریعے مقصدیت کا پرچار کیا اگرچہ آپ کے ہاں بھی جمالیات کا عنصر ملتا ہے لیکن اس کا انداز غیر روایتی اور انوکھا ہے۔یعقوب یاور اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مطلبی کے یہاں جمالیات کا مفہوم کچھ دوسرے انداز کا نظر آتا ہے۔وہ لفظی جمالیات کی جگہ خیال فکر کی جمالیات کے زیادہ قائل ہیں اسی لیے ان کی نظمیں آسان زبان میں ہونے کے باوجود موثر ثابت ہوئیں اور انھیں کسانوں اور گاؤں میں بسنے والے چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں لگے لوگوں میں زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔''(۴)

انقلابی نظریات کو فروغ دینے میں ''وامق جونپوری'' کا بھی کلیدی کردار ہے۔اگرچہ آپ پہلے رومانی شاعر تھے لیکن جوں ہی آپ کے پاس ترقی پسند نظریات پہنچے تو آپ مذہب کی طرح ان پر ایمان لائے اور بے خوف و خطر ان کا پرچار کرتے رہے۔آپ کا یہ انقلابی جذبہ عوام میں آپ کی مقبولیت بڑھانے میں کارگر ثابت ہوا۔وامق نے زیادہ تر شاعری ہنگامی موضوعات پر کی۔آپ نے ہنگامی موضوعات پر ''زویا تانیا، مائٹی ایٹم،اپنی تصویر سے، بھوکا بنگال اور تقسیم پنجاب''،جیسی نظمیں لکھی ہیں۔

اس سلسلے کی ایک اور کڑی ''پرویز شاہدی'' بھی ہیں جنھوں نے ترقی پسند تحریک کا اثر پوری طرح قبول کیا۔اگرچہ ترقی پسند تحریک سے پہلے آپ رومان کی طرف راغب تھے مگر جوں ہی اشتراکی نظریات کا

فروغ ہوا تو آپ نے پوری عقیدت کے ساتھ ان نظریات کو قبول کیا۔ اشتراکی نظریات قبول کرنے کے بعد آپ کے ایک ایک لفظ سے ان ہی نظریات کا پرچار ہو رہا تھا۔ ان نظریات سے آپ کی عقیدت مذہب کی طرح تھی۔ پرویز نے ان موضوعات پر قلم اٹھایا جن کا تعلق عام مزدوروں، کسانوں اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کے ساتھ تھا۔ آپ نے اپنی آخری سانس تک اشتراکی نظریات اور بغاوت و انقلاب کو اپنا مقصد بنائے رکھا۔ پرویز کی انقلابی شاعری میں موجود للکار، جذبہ، چوٹ اور عام عوام سے گہرا لگاؤ پرویز کو دیگر شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

میں نے محنت کی تمنا میں مشقت کی امنگ
گونجتی ہے میری سانسوں میں صدائے طبل جنگ
میں شمشیر بغاوت، میں ہوں ، تیغ بے نیام
غیرت مزدور کے ہونٹوں پہ ہے میرا ہی نام(۵)

آپ کی مشہور انقلابی نظموں میں ''رجز انقلاب، تضاد، میں اور ہم، اور تلوار'' وغیرہ شامل ہیں۔ انقلابی شاعری کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور ادب میں مزاحمتی شاعری کا لوہا منوانے میں سب سے زیادہ کردار فیض احمد فیض نے ادا کیا۔ فیض انقلابی شاعری کا لازوال استعارہ ہیں۔ آپ نے رومان سے انقلاب کی طرف سفر کیا۔ فیض کی شاعری کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ آپ نہ تو پرانی روایات سے انحراف کرتے ہیں اور نہ ہی رومان کو انقلاب پر غالب آنے دیتے ہیں۔ آپ نے رومان اور انقلاب میں اعتدال قائم رکھا۔ فیض نے اپنی شاعری میں نئی لفظیات کے اختراع اور قدیم الفاظ کو نئے معانی و مطالب سے آشنا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ فیض نے بغاوت و انقلاب کو ہمیشہ اپنے الفاظ میں رکھا۔ نثر و نظم دونوں طرح سے انقلابی نظریات کی ترویج میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ آپ کے بیشتر اشعار آزادی کے جیالوں کے لیے مشعل راہ بنے رہے۔ آپ کی نظموں میں تغزل کی کارفرمائی نئی جہت کی علامت تھی لیکن شعرا نے اس طرف توجہ نہ دی ورنہ آپ کی نظموں میں ایک نیا انقلاب برپا کرنے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ لطف الرحمٰن اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''فیض نے تغزل اور شعریت میں انقلاب کو اس طرح حل کر دیا کہ اختر شیرانی کی رومانیت اقبال کے انقلاب سے یا دوسرے لفظوں میں اختر کی غدرا قبال کی مرد قلندر سے

ہم آغوش ہو گئی ہے۔ تغزل کا یہی رس شعریت کی یہی دل کشی فیض کو اقبال کے بعد اردو کا سب سے اہم اور مقبول شاعر بناتی ہے۔''(۶)

فیض ترقی پسند تحریک کے سب سے مقبول اور ممتاز شاعر تھے۔ آپ نے اپنی رومانی آواز کو بھی حیات بخشی اور انقلاب کو بھی فرض سمجھ کر نبھاتے رہے۔ فیض محبوب کے حسن کی تعریف بھی انقلابی نقطہ سے کرتے ہیں۔ محبوب کو دیکھنے میں تو دل پگھل جاتا ہے لیکن اپنے فرض سے غافل نہیں ہوتے۔ آپ کا دل آپ کو لب و رخسار اور ہجر و وصال کی دنیا میں لطف اندوز کروانا چاہتا ہے لیکن آپ کا فرض آپ کا مقصد آپ کو مجبور کرتے ہیں کہ آپ سماج میں چھائی اداسی، بنت حوا کی لٹی عصمتوں اور وقت کے ناسوروں کے خلاف آواز حق بلند کرتے رہیں۔ آپ کا فرض آپ کی محبت پر کس طرح غالب آ جاتا ہے ملاحظہ کیجئے:

ان گنت صدیوں کی تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخواب میں بنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خوں میں نہلاتے ہوئے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے
اب بھی دل کش ہے تیرا حسن مگر کیا کیجئے(۷)

الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ فیض نے انقلاب کو فرض سمجھ کر اور رومان کو عبادت سمجھ کر اپنے روز و شب گزارے لیکن اعتدال کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ آپ کی انقلابی شاعری زیادہ تر نظموں کی صورت میں ہے۔ آپ کی مشہور نظموں میں ''کتے، بول، لوح و قلم، صبح آزادی، سر مقتل، خورشید محشر کی لو، ایک نغمہ کربلائے بیروت کے لیے، مظلوم، سوچنے دو'' وغیرہ شامل ہیں۔

''اسرار الحق مجاز'' کا شمار بھی انقلاب کا پرچار کرنے والے شعرا میں ہوتا ہے۔ مجاز کی ابتدائی دور کی شاعری میں جذبات کی شدت ان کے رومانی مزاج کی عکاسی کرتی ہے۔ ابتدائی دور میں مجاز بھی صرف خیالات کی دنیا میں محو رہتے۔ آپ نے ابتدائی دور میں جو رومانی نظمیں لکھیں وہ نوجوانوں میں بے حد مقبول ہوئیں لیکن جوں ہی آپ کے شعور میں پختگی آتی گئی تو آپ بھی عصری حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وقت کے تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی فکر کو ہندوستان کی تحریک آزادی کے ساتھ جوڑ دیا۔ انقلابی نظریات قبول

کرنے کے باوجود آپ رومان کو پوری طرح اپنی شاعری سے نہیں نکال پائے۔آپ جب بھی اپنی باغیانہ اور انقلابی خیالات کا اظہار کرتے تو آپ کے الفاظ وہی ہوتے آپ کا انداز بیان وہی ہوتا جو آپ کو وراثت میں ملا تھا۔

بہر حال مجاز کی شاعری کا مطالعہ اس بات کی دلیل ہے کہ مجاز سماجی شعور رکھتے تھے اور آپ کو فن پر پورا عبور حاصل تھا۔ مجاز کے ہاں بھی فیض کی طرح انقلاب ورومان کا امتزاج ملتا ہے۔اشعار ملاحظہ کیجیے:

تم کہ بن سکتی ہو ہر محفل میں فردوسِ نظر
مجھ کو یہ دعویٰ کہ ہر محفل میں چھا سکتا ہوں میں
آؤ مل کر انقلاب تازہ تر پیدا کریں
دہر پر اس طرح چھا جائیں کہ سب دیکھا کریں (۸)

مجاز نے ترقی پسند نظریات کے زیر اثر ''انقلاب، سرمایہ داری، رات اور ریل، شوق گریزاں، آوارہ، مجھے جانا ہے اک روز''، جیسی نظمیں لکھیں۔ ''آہنگ، شب تاب اور ساز نو'' آپ کی شاعری کے نمائندہ مجموعے ہیں۔

معین احسن جذبی بھی انقلابی رجحان رکھنے والے غزل و نظم کے شاعر ہیں۔ان کی شاعری میں انقلابی رجحان ترقی پسند تحریک سے پہلے ہی در آئے تھے۔ جذبی نے سماجی ناہمواری، معاشرتی گھٹن، اقتصادی بدحالی وغیرہ کو موضوع بنایا اور انقلابی نظریات کا پرچار کرتے رہے۔ اگرچہ آپ ترقی پسند تحریک کے شرائط سے اختلاف رکھتے تھے لیکن یہ بات سچ ہے کہ دیگر شعرا کی طرح آپ کے اندر بھی انقلابی چنگاری تھی اس لیے آپ کو ترقی پسند تحریک کا اثر قبول کرنا پڑا۔ ترقی پسند تحریک کے حمایتیوں نے جب یہ شرط عائد کر دی کہ شاعری کے ذریعے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کی اشاعت ضروری ہے تو آپ نے شعر گوئی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جس پر ترقی پسند ناقدین نے آپ پر غیر ترقی پسند ہونے کا الزام لگایا لیکن آپ نے ایسی کسی بات کی بھی پرواہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند ناقدین نے آپ کے اس رویے کے سبب آپ کی شاعری پر اتنی توجہ نہ دی اور آپ کو وہ شعری مقام حاصل نہ ہوا جس کے آپ مستحق تھے۔آپ کی مشہور نظموں میں ''نیا سورج، تقسیم، جرم، بے گناہی، میرا ماحول'' وغیرہ شامل ہیں۔

''جاں نثار اختر'' بھی انقلابی سلسلے کی ایک کڑی ہیں جاں نثار نے بھی فیض کی طرح رومان سے انقلاب کی طرف سفر کیا۔ ابتدا میں آپ نے رومانی شاعری کی لیکن جلد ہی ترقی پسند تحریک کا اثر قبول کر کے تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ تحریک میں شمولیت کے بعد آپ کا رومان انقلاب میں بدل گیا۔ جاں نثار نے ترقی پسند تحریک کے زیر اثر سنجیدہ موضوعات پر قلم اٹھایا اور وقت کی کیفیات کو زیر بحث لایا۔ آپ نے ''آزادی، ماضی، خانہ بدوش''، جیسی مشہور زمانہ نظمیں لکھیں جن میں بغاوت کا عنصر نمایاں ملتا ہے اور آزادی کی تڑپ دکھائی دیتی ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

بغاوت کی ہوائیں چل اٹھیں شاید گلستان میں
یہ پیمانے الٹ ساقی یہ جام جم اٹھا ساقی
جو ممکن ہو تو آج رنگیں جام کے بدلے
لہو کا رنگ میں ڈوبا ہوا پرچم اٹھا ساقی(۹)

''یوسف ظفر'' بھی ترقی پسند تحریک کا حصہ رہے اور تحریک کے توسط سے نئے مفاہیم اور موضوعات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ آپ کی شاعری میں حرارت، جذبہ اور جوش پایا جاتا ہے۔ ''زنداں، آنسو''، وغیرہ آپ کی مشہور نظمیں ہیں۔

انقلابی شاعری کی روایت کو آگے بڑھانے میں اگر احسان دانش کا نام لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کو شاعر مزدور بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ آپ خود ایک مزدور تھے اور آپ نے مزدوروں کے مسائل کو بہت قریب سے دیکھا۔ مزدور پرستی کے سبب آپ عوام میں بے حد مقبول ہوئے لیکن یہ مقبولیت آپ کو ترقی پسند تحریک سے وابستگی کے بعد ملی۔ ''احسان دانش'' کی شاعری کا محور و مرکز مزدور رہے۔ آپ کی شاعری میں درد انسانیت، محبت اور خلوص کے ساتھ ساتھ مزدور کی آواز بھی گونجتی ہے۔ دانش کی مشہور نظموں میں '' باغی کا خواب، سادھو کی حیا''، وغیرہ مقبول ہیں۔

علی سردار جعفری ترقی پسند تحریک کے متحرک رکن تھے۔ آپ مارکسی فکر رکھنے والے ایک سوشلسٹ شاعر تھے۔ علی سردار نے تقریباً اپنی ساری جوانی سوشلسٹ تصورات کے زیر سایہ گزاری۔ آپ کا شمار ان انقلابی شعرا میں کیا جاتا ہے جو سراپائے بغاوت تھے۔ آپ کی باغیانہ شاعری کا سفر بہت طویل بھی ہے اور

نئے نئے تجربات کی جولا نگاہ بھی۔ جعفری نے کسانوں، مزدوروں، محنت کشوں، اور بے کسوں کے مسائل پر اپنے جذبات کو شعری قالب میں ڈھالا اور اپنی روشن خیالی کے ذریعے انقلاب کا خواب دیکھتے رہے۔ آپ کی شاعری سماجی ناہمواری، جبر، گھٹن اور استحصال کے خلاف قاری کو ایک جذبہ مہیا کرتی ہے۔ جعفری وقت کے ناسوروں کے خلاف بغاوت کے خواہاں تھے اور بر ملا اس بات کی تائید کرتے تھے کہ بغاوت ہی میرا مذہب، میرا دھرم اور میرا دیوتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

بغاوت میرا مذہب ہے بغاوت میرا دیوتا
بغاوت میرا پیغمبر بغاوت ہے خدا میرا
بغاوت رسم چنگیزی سے تہذیب نثاری سے
بغاوت جبر و استبداد سے سرمایہ داری سے(۱۰)

انقلابی روایت میں ''اختر الایمان'' نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ اختر نے صرف نظم کو ہی خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ لیکن آپ زیادہ عرصہ ترقی پسند تحریک کے ساتھ وابستہ نہیں رہے۔ نظریاتی اختلافات کے سبب آپ نے ترقی پسند تحریک سے علاحدگی اختیار کی۔ آپ نے ''خزاں، زرد سینے، خشک شجر، اور بنجر زمین''، جیسی نظمیں تخلیق کیں۔

احمد ندیم قاسمی بھی انقلابی طرز اور عصری شعور رکھنے والے شاعر تھے۔ آپ نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا نظم نگاری سے کی۔ حب الوطنی آپ کی نظموں میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ آپ عصری صورت حال سے غافل نہیں رہے بل کہ اپنے مشاہدات، تجربات کا نچوڑ اپنی نظموں میں بیان کرتے رہے۔ آپ کی شاعری انسان دوستی، حب الوطنی اور اخوت و محبت کا درس دیتی ہے اور ماورائی خیالات، بعید از قیاس طرز اظہار سے آپ نفرت کرتے تھے۔ احمد ندیم قاسمی کے عصری شعور کے حوالے سے انور سدید رقم طراز ہیں:

> ''وہ رنگ زمانہ کو شاعری میں شوق سے قبول کرتے ہیں اور زمانہ بھی انھیں قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرتا۔''(۱۱)

''کیفی اعظمی'' نے بھی انقلابی شاعری کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستگی سے پہلے آپ کی ابتدائی شاعری میں جمالیات، رومان کی چاشنی اور فن کی جادوگری موجود تھی۔ تحریک

کے ساتھ جب وابستہ ہوئے تو آپ کی شاعری میں انقلابی تبدیلی آئی۔ اعظمی نے اپنی فکر کو عصری صورت حال پر مرکوز کیا اور شاعری کو حقیقت کے رنگ میں ڈھالا۔ آپ کے لہجے میں جلال اور گھن گرج ملتا ہے اور مزدور کا درد ابھرتا نظر آتا ہے۔ کیفی اعظمی عوام میں بے حد مقبول ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فرمائشی موضوعات پر بھی نظمیں لکھیں لیکن ان کا نقصان آپ کی فطری شاعری کو پہنچا۔ لیکن پھر بھی آپ اپنے فکری موضوعات اور فن کی بدولت انقلابی حلقوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آپ کی مشہور نظموں میں ''کوریا کا نعرہ، مژدہ، قومی حکمراں، فتح برلن'' نمایاں ہیں۔

انقلابی شاعری کی روایت کا ایک نمایاں نام ''ظہیر کاشمیری'' کا بھی ہے جنھوں نے آزادی کی تحریک کے دوراں عملی سیاست میں حصہ لیا اور کسانوں، مزدوروں، غریبوں کے حق میں آواز بلند کی۔ آپ نے سماجی حقیقتوں کو انقلابی نظر سے دیکھا اور حکومت وقت کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرتے رہے جس پر آپ کو پس زنداں بھی جانا پڑا۔ آپ کی شاعری میں جذباتیت، للکار، ولولہ، بغاوت اور عام انسانوں کے لیے ہمدردی بہ درجہ اتم پائی جاتی ہے۔ آپ کی نظم۔ ''ایشیا'' آپ کی شعری رجحان کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی ''کیف بھوپالی'' ہیں جنھوں نے ترقی پسندی کو تقلیداً اختیار کیا لیکن ترقی پسندی اس طرح سے ان کے ذہن کا حصہ نہیں بن سکی اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا مزاج روایتی اور عاشقانہ تھا۔ وہ انقلابی مزاج اور عاشقانہ مزاج کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا چاہتے تھے مگر وہ ان میں فیض کے جیسا ربط پیدا نہیں کر سکے۔ ان کے ہاں صلاحیتوں کی کمی نہیں تھی لیکن انھوں نے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کم کیا مگر جب جب کیا تو بہترین نظمیں منظر عام پر آئیں۔ ان نظموں میں ''بھوکا بھوپال، انتظار، فرصت، چار عناصر'' نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔

ساحر لدھیانوی بھی انقلاب کے داعی ہیں۔ آپ نے شعور کی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی ترقی پسند نظریات کو بیان کرنا شروع کیا۔ آپ کی شاعری میں رجعت پسندی، سامراجیت اور مذہبی منافرت کے خلاف رد عمل ملتا ہے۔ اس کے برعکس انسان دوستی کے عناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ اشتراکیت کے مبلغ تھے اور اپنی آخری سانس تک انھی نظریات پر کاربند رہے۔ ساحر نے کل انسانیت کو محبت کی عینک سے دیکھا اور مخلوق

خدا کے درمیان کھینچی گئی سرحدی دیوار کی مخالفت کی۔ آپ ہمیشہ امن کے خواہاں رہے کیوں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کی وجہ سے ہمیشہ دونوں ممالک کی معاشی اور سماجی زندگی نقصان کا شکار ہوتی رہی۔ ساحر لدھیانوی نے معاہدہ تاشقند کی سالگرہ پر پاک ہند جنگ کے پس منظر میں ''اے شریف انسانو'' کے نام سے نظم لکھی جو آپ کی انسانی دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ''خوں پھر خوں ہے، چکلے، احساسِ کامراں، قحط بنگال''، وغیرہ آپ کی شاہکار نظمیں ہیں۔

اسی روایت کا ایک جانا پہچانا نام ''اختر انصاری''کا بھی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے آغاز سے پہلے ہی اختر کے ہاں مزاحمتی شاعری ملتی تھی اگر وہ شاعری اس درجے کی نہیں تھی جس درجے کی آپ نے تحریک میں آنے کے بعد کی۔ تحریک میں شمولیت کے بعد آپ کے ذہن میں وسعت پیدا ہوئی اور آپ نے موضوعات کے انتخاب سے لے کر الفاظ تک بڑی احتیاط سے شاعری کی۔ آپ کی شاعری میں اجتماعیت کا پختہ شعور ملتا ہے۔ آپ ایک اچھے ناقد بھی تھے۔ انصاری نے اپنی شاعری کو شعری تنقید کی نظر سے دیکھا اور مقصدیت کا پرچار کیا۔ آپ شاعری میں مبالغے کی بہ جائے مقصدیت کے قائل تھے۔

''سلام مچھلی شہری''اسی دیوار کی ایک اینٹ ہیں۔ سلام نے محض ہنگامی موضوعات پر قلم اٹھایا اور تقریباً ہر اس چیز کو اپنایا جو آپ کے سامنے ترقی پسندی کے نام پر آئی۔ آپ کی فکر میں انتہا پسندی ملتی ہے جس کے سبب آپ انقلاب کے صحیح مفہوم کو سمجھنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ انقلاب موجودہ نظام سے بغاوت اور اس کی جگہ ایک ایسا نظام قائم کرنے کا نام ہے جس کی بنیاد مساوات، عدل، رواداری اور بھائی چارے پر ہو۔ جہاں پر انسان کو آزادی رائے کا حق حاصل ہو۔ انقلاب محض خون خرابے کا نام نہیں ہے۔ لیکن سلام انقلاب کو محض خون خرابے سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔ اس غیر محتاط رویے اور جذباتی انداز نے ان کی شاعری کو بہت نقصان دیا۔ یعقوب یاور سلام مچھلی شہری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''سلام مچھلی شہری کی عوام سے ہمدردی محض نمائشی اور سماجی اور سیاسی بصیرت نہیں کے برابر ہے۔ وہ زندگی کے پیچیدہ مسائل سمجھ پانے سے قاصر ہیں۔''(۱۲)

''سلام مچھلی شہری'' کی نظموں کا پہلا مجموعہ ''پھول اور انگارے'' چھپا لیکن اپنی انتہا پسندانہ فکر کی وجہ سے یہ مجموعہ ضبط کر لیا گیا۔ ''ضیا جالندھری'' بھی ایک ترقی پسند شاعر تھے۔ آپ کی شاعری اپنے سماج کا

عکس پیش کرتی ہے۔ ضیا جالندھری نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا۔ سماجی ناہمواریوں کو اپنی شاعری میں بیان کیا۔ شاعری کے موضوعات میں آپ غم ذات اور غم کائنات کو ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔

''اختر سعید خان'' بھی جالندھری کے ہم عصر تھے اور آپ کا شمار ترقی پسند غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ غزل میں آپ کا انداز بیان فیض سے ملتا ہے۔ اختر سعید خان کی غزلوں میں عصری آگہی ملتی ہے۔ اختر سعید خان کے ساتھ ساتھ خلیل الرحمٰن اعظمی بھی ایک ترقی پسند شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں لیکن اس تحریک میں آپ نے ایک شاعر سے زیادہ ایک نقاد کی حیثیت سے شہرت پائی۔ اگرچہ آپ نے شاعری کے ذریعے بھی اپنے مقصد کو بیان کرنا چاہا لیکن آپ کے لہجے میں وہ گھن گھرج، للکار اور وہ ولولہ نہیں جو ہمیں دیگر ترقی پسند شعرا کے ہاں ملتا ہے۔ آپ کی مشہور نظموں میں ''کہانیاں، ذاتیات، نیا آدمی، سوداگر'' وغیرہ نمایاں ہیں۔

انقلابی شاعری کو جو عروج ''حبیب جالب'' نے بخشا وہ کوئی شاعر نہ دے سکا۔ جالب نے پوری زندگی عوامی ہمدردی میں گزاری۔ آپ انسان دوست، عوامی درد میں ڈوبے ہوئے شاعر تھے۔ جالب کہیں عوامی استحصال سے نڈھال ہو کر حکومت وقت کے خلاف آواز حق بلند کرتے نظر آتے تو کہیں سامراج اور سیاسی جاگیرداروں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ جالب نے ہر وہ جگہ جہاں عوام کا استحصال اور طبقات میں پستی نسلیں دیکھیں وہیں اپنے قلم کا وار کیا اور کسی بھی نتیجے کی پرواہ کیے بغیر عوامی مسائل کو رقم کر دیا۔ فخر زمان جالب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''حبیب جالب بے باک اور مزاحمتی لہجہ رکھنے والے شاعر تھے۔ ان کے لفظوں میں ایسی قوت تھی کہ آمریت مسخ ہونے لگتی۔ عوامی شاعر کی حیثیت سے جب ان کی شہرت پھیلی تو ستم زدوں، مظلوموں، محنت کشوں اور مزدوروں کا ایک قافلہ ان کے ہم رکاب ہو گیا۔ حبیب جالب عوامی مسائل پر عوامی لہجے میں شعر کہتے تھے جو مقبول عام تھے۔''(۱۳)

جالب نے عوامی مسائل اور آمر حکمرانوں کے خلاف شاندار نظمیں لکھیں جن میں ''دستور، جمہوریت، چھے ستمبر، لگیا لہو لہان، پیر مقتل کی ضبطی پر، میں فرنگی کا جو دربان ہوتا، قائداعظم دیکھ رہے ہو اپنا پاکستان'' وغیرہ شامل ہیں۔ انقلابی شاعری کی بڑھتی ہوئی اس روایت کو ''بلراج کومل'' نے بھی اپنی فکر کے

ذریعے سہارا دیا۔ بلراج نے اپنے موضوعات میں آزادی کے بعد رونما ہونے والے مسائل اور زندگی کی اونچ نیچ کو شامل کیا۔

مسعود اختر جمال بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ مسعود اختر جمال نے اپنی شاعری میں رومان اور انقلاب کو ساتھ ساتھ رکھا اور ان میں توازن برقرار رکھا۔ مسعود نے نظم اور غزل دونوں میں اپنے انقلابی نظریات کو بیان کیا۔ آپ کے ہاں بھی ہنگامی موضوعات کی حامل شاعری ملتی ہے۔ بغاوت کے دور میں آپ جب اپنے نظریات کا پرچار کرتے تو لہجے میں نرمی اور شائستگی ہوتی ہے نہ کہ سلام مچھلی شہری جیسی انتہا پسندی۔ آپ کے نرم لہجے کی وجہ سے آپ کی بعض نظموں کو وہ قبول عام نہیں ملا جو ملنا چاہیے تھا۔ اختر جمال نے اپنے آپ کو تحریک آزادی کے ساتھ وابستہ کیا اور اس پر انھوں نے ایک نظم ''گزراں''نہایت شائستہ اور مدھم لہجے میں لکھی۔ اس کے علاوہ ''درد نشاط، آہنگ، رمیدگی، آہنگ ارتقا، زندگی'' وغیرہ ان کی قابل ذکر نظمیں ہیں۔

انقلابی شاعری کی روایت کو برقرار رکھنے اور اس کو اوج کمال تک پہنچانے میں احمد فراز نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی شاعری میں درد انسانیت اور وطن پرستی کی آوازیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ فراز وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے نعت کو بھی انقلابی انداز میں لکھا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی کو انقلابی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ فراز کے ہاں وطن کی شان میں جھوٹے قصیدے اور کھوکھلے ترانے بجنے کی بجائے وطن کی آزادی اور خود مختاری کی بقا اور وطن کے اندر حقیقی عدل و مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی جدوجہد میں ایک بیدار دل و دماغ کی شاعری ملتی ہے۔ فراز نے علما سو پر بھی گہرا طنز کیا۔ فراز شب ظلمت کے خلاف اپنے الفاظ کے تیر ہمشہ چلاتے رہے۔ آپ کی شاعری میں جذبہ، للکار اور رجائیت ملتی ہے۔ فراز ظالموں اور سفاکوں کے آگے ہمیشہ رجائیت سے بولتے نظر آتے۔ آپ کی انقلابی شاعری قاری کے قلب کو چھوتی ہے اور اس کے شعور کے سبھی دروازے کھول دیتی ہے۔ نظم کا بند ملاحظہ ہو:

میں زندہ ہوں
میرا چہرہ، میری آنکھیں، میرے بازو
میرے لب
زندہ ہیں سب

میں شہابِ شب ہزاروں بار ٹوٹا
اور بکھرا
پھر بھی میں رخشندہ ہوں(۱۴)

اس روایت کو فروغ دینے میں کشمیری شعرا بھی پیش پیش رہے۔ کشمیر کی سرزمین ہر دور میں مزاحمت کے لیے سازگار رہی ہے۔ بیرونی حملہ آوروں نے جب کشمیر کے قومی تشخص کو پامال کیا وہاں سے باقاعدہ طور پر شعرا و ادبا کے اندر انقلابی جذبات نے جنم لیا۔ کشمیر کی تقسیم کے بعد مزاحمت کی اس فضا کو اور تقویت ملی اور شعرا نے کھل کر آزادی کے نغمے گائے۔ کشمیر میں مزاحمت کے حوالے سے نذیر انجم، احمد شمیم، بشیر صرفی، رفیق بھٹی اور نصیر احمد ناصر وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ نذیر انجم آزاد کشمیر میں مزاحمتی رویوں کے حوالے سے سب سے بڑا نام ہے۔ آپ کی نظموں میں انقلاب کی گھن گرج، آزادی کی تڑپ اور خطے کی محبت رنگ بکھیرتی نظر آتی ہے۔ آپ کی مشہور نظموں میں ''دلائی کیمپ، پیامِ انقلاب، نویدِ سحر اور مقبول بٹ'' وغیرہ شامل ہیں۔ احمد شمیم کا بھی مزاحمتی ادب میں بڑا نام ہے۔ آپ نے ''المیہ، لایعنی سفر کا مرثیہ اور مصلوب روشنی کی شہادت'' وغیرہ جیسی نظمیں لکھیں۔ رفیق بھٹی آزادی کا استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ آپ نے آزادی کے عشق میں ڈوب کر ''حریت پسندوں کو سلام، ہم چھین کے لیں گے آزادی، اعلانِ آزادی اور منشورِ آزادی'' جیسی شاہکار نظمیں تحریر کیں۔ اس حوالے نصیر احمد ناصر اور ایم یامین کا نام بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ نصیر نے ''اپنے قاتل کے لیے، ابھی اک خواب باقی ہے'' جیسی نظمیں لکھیں اور ایم یامین نے مقبول بٹ کے عشق میں ڈوب کر مشہور زمانہ نظم ''اے روشنی کے شہید اول'' کے نام سے نظم لکھ کر اپنے آپ کو انقلابی حلقوں کا رکن بنایا۔ ان شعرا کا اثر قبول کرتے ہوئے کشمیر کے مزاحمتی ادب کو دیگر شعرا نے بھی فروغ دیا۔ جن میں بلبل کاشمیری، طاؤس بانہالی، نوازش مجذوبی، اسد ضیا، اسلم راجا اور خواجہ اسلم رضا وغیرہ شامل ہیں۔

انقلابی شاعری کو مزید ترقی دینے کے لیے عزیز قیسی بھی اس قافلے میں شامل ہوئے آپ مزاجاً کمیونسٹ تھے اور آپ نے سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ آپ کے لہجے میں انتہا پسندانہ انداز اور مبالغہ نہیں ملتا بل کہ آپ نرم اور مدھم لہجے میں اپنی شاعری میں حقیقی رنگ بھرنا چاہتے ہیں ''لب فرات، غریب شہر، عہد نامہ، امروز، معاصرہ وغیرہ آپ کی مشہور نظمیں ہیں۔

''شہزاد احمد'' کا شمار بھی اگر اس روایت کو آگے بڑھانے والوں میں شامل کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ شہزاد کے ہاں فطرت پرستی ملتی ہے۔ آپ نے سماجی مزاج کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا اور دنیا کو طائرانہ نظر سے دیکھا۔ البتہ آپ کے ہاں موضوعات کا تنوع اس درجے کا نہیں جس درجے کا دیگر شعرا کے ہاں ملتا ہے۔ ''ظفر اقبال'' بھی عصری شعور رکھنے والے شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے سنجیدہ موضوعات کو زیر بحث لایا۔ ظفر کے ساتھ ساتھ ''شاد تمکنت'' کا نام نہ لیا جائے تو یہ ناانصافی ہو گی۔ شاد نے ترقی پسند روایات کو آگے بڑھانے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لایا۔ آپ کے ہاں سماجی آگہی ملتی ہے اور قدیم و جدید کا بہترین امتزاج ملتا ہے۔ ترقی پسند تحریک اور ترقی پسند شعرا کا اثر دیگر بہت سے شعرا نے قبول کیا اور ان شعرا کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس صنف کے قلم کاروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ ان شعرا میں سلیمان ادیب، فارغ بخاری، شکیب جلالی، عبداللہ علیم، حسن نعیم، ظفر گورکھپوری، علقمہ شبلی، کمال احمد صدیقی، باقر مہدی، مظہر امام، مشتاق علی شان اور تنویر سپرا وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک سے پہلے بھی اگر کہیں کہیں ہمیں مزاحمتی شاعری دیکھنے کو ملتی ہے لیکن اس روایت کا باقاعدہ آغاز ترقی پسند تحریک سے ہی ہوتا ہے۔ پہلی بار اس تحریک کے توسط سے ادب برائے زندگی کا نعرہ لگایا گیا اور شاعری میں تخیل کی بجائے حقیقت کا رنگ بھرا گیا۔ تحریک کے آغاز کے بعد اردو کے بیشتر رومانی شعرا نے انقلاب کا رخ کیا اور اپنے قلم کے ذریعے سماج کا عکس پیش کرتے رہے۔ اگرچہ ترقی پسند تحریک کا اب خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اس کے اثرات آج بھی شعرا قبول کر رہے ہیں اور یہ روایت آگے بڑھتی چلی رہی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ اصغر بلوچ، ڈاکٹر، ''جوش ملیح آبادی کی شاعری میں انقلابی رجحانات''، مشمولہ: دریافت، نمل اسلام آباد، شمارہ ۱۵، ص ۱۷۹۔

۲۔ یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۸ء)، ص ۳۰۱۔

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، (لاہور: عزیز بک ڈپو، ایڈیشن دہم، ۲۰۱۴ء)، ص ۴۴۲۔

۴۔ یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری، ص ۲۷۳۔

۵۔ ایضاً، ص۳۰۳۔

۶۔ لطف الرحمٰن، ''ترقی پسند شاعری''، مشمولہ: سہ ماہی زبان و ادب، پٹنہ، اکتوبر تا دسمبر، ۱۹۸۶ء، ص۵۰۔

۷۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا۔ (لاہور: کارواں پریس، س۔ن)، ص۴۱۔

۸۔ یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری، ص۴۷۴۔

۹۔ ایضاً، ص۲۸۴۔

۱۰۔ ایضاً، ص۲۶۷۔

۱۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص۴۴۴۔

۱۲۔ یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری، ص۲۹۶۔

۱۳۔ فخر زمان، ''پیش نامہ''، مشمولہ: حبیب جالبؔ شخصیت اور فن، مرتبہ: سعید پرویز، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۰ء)، ص۷۔

۱۴۔ احمد فراز، شہر سخن آراستہ ہے۔ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص۱۰۰۳۔